مطالع الانوار
فی
فضائلِ اہلبیتِ النبیّ المختار

از

حضرت علامہ سید محمد زکریا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنوری

مترجم

د فقیر، محمد امیر شاہ قادری الگیلانی یکہ توت پشاور شہر

ناشر

شاہ محمد غوث رحمہ اللہ تعالیٰ اکیڈمی یکہ توت پشاور

Marfat.com

[illegible]

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ... یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قرابتک [illegible]
[illegible] قال علی و فاطمہ و ولداهما

ترجمہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ واضح فرمادیجئے گا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون سے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی کرم اللہ وجہہ، اور فاطمہ اور ان دونوں سے جو اولاد ہو، مفسرین کا ایک اہم تفسیر اسی مفہوم پر قائم ہے۔

دوسری حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن انصار نے یہ کہا کہ ہم نے کیا اور کرکے دکھا دیا۔ گویا کہ وہ اپنے عمل پر فخر کر رہے تھے۔

پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہماری

بزرگی اور فضیلت تم لوگوں پر ثابت ہے۔ پھر یہ خبر حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی، پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفسِ نفیس ان کی مجالس میں تشریف لائے اور فرمانے لگے۔

"اے انصار کے گروہ مجھ کو یہ بتاؤ کہ کیا تم ذلیل نہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے محض میرے ورود سے اور میرے طفیل سے تم کو عزت دی"۔ تو انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بالکل درست ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر سوال کیا کہ کیا تم مجھ کو اس کا جواب نہیں دیتے ہو، تو انصار نے عرض کیا کہ اے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کیا کہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں کہتے ہو کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے نہیں نکالا اور کیا ہمارے سوائے کوئی اور پناہ دینے والا تھا۔

(2) کیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں جھٹلایا اور ہم نے تصدیق نہیں کی۔

(3) کیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذاللہ رسوا نہ کیا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہیں کی۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے سوالات ان پر کرتے گئے۔ حتیٰ کہ ازروئے شرم ان کے سر جھک گئے اور وہ دوزانو بیٹھ گئے۔ دست بستہ عرض کرنے لگے۔

Marfat.com

"ہمارے مال اور جو کچھ ہمارے پاس یا ہمارے قبضہ میں ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہے۔" اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی قل لا اسئلکم علیہ اجراًالاالمودۃ فی القربیٰ۔

تیسری حدیث شریف در بارہ ء مفہوم قربیٰ : حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیاگیا کہ قربیٰ سے صاف صاف مراد کیا ہے ؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایاکہ یہ قربیٰ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔

چوتھی حدیث :حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن شعیب سے اس آیت کا معنے پوچھا قل لااسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربیٰ تو انھوں نے فرمایا کہ قربیٰ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں ۔

(نوٹ) قرابتدار کا مفہوم اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔

پانچویں حدیث : حضرت ابوالعالیہ حضرت سعید ابن جریر سے روایت کرتے ہیں کہ الاالمودۃ فی القربیٰ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتدار ہیں ۔

امام مقریزی فرماتے ہیں کہ مفسرین کی ایک بڑی بھاری جماعت نے اس آیہ مبارکہ کی تفسیر اس طرح کردی ہے۔

قل لمن اتبعک من المومنین لااسئلکم علیٰ ماحبئتکم بہ اجراً الاّ ان تودو اقراباتی اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تابعین مومنین سے فرمادیجئے گا کہ جو

کچھ اللہ کریم سے ہدایت لایا ہوں اس پر آپ سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ سوائے اس کے کہ آپ میرے رشتہ داروں سے محبت کریں۔

قربیٰ کے مفہوم پر ایک علمی بحث: ہر چند لفظ قربیٰ عام ہے لیکن اس سے مراد خاص ہے۔ کیونکہ اس مراد خاص پر مندرجہ بالا حدیث شامل ہیں اور آگے چل کر اس ذکر کو تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔ پس قرائن موجود ہیں اور قرائن بھی احادیث کے۔ تو اب کس طرح اس قرینہ کو رد کر کے عام مراد لی جاسکتی ہے جبکہ اس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس پر قرآن نازل ہوا اور جو عربی علوم میں سب سے زیادہ جاننے والا تھا جس کا مبداء فیوض خود ذاتِ باری ہے خود معنیٰ (خاص) کردیا۔ یعنی میرے رشتہ دار مراد ہیں جو کہ علیٰ کرم اللہ وجہہ، اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی اولاد ہیں۔ اس خاص نے قرابت کے عام مفہوم کو بند کردیا۔

ایک منطقی دلیل: خاص کو عام کے معنے میں درج کردیا۔ یہ تو عین فصاحت ہے کیونکہ خاص عام کے تحت ہوتا ہے اور کبھی کبھی لفظ سبب سے اعم ہوتا ہے۔ لیکن وہ ظاہر اور بین ہوتا ہے اور اس سے مراد خاص ہوتی ہے جس طرح اللہ تعالےٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایہ کریمہ لم یلبسوا ایمانھم بظلم میں ظلم کا معنیٰ شرک سے کیا ہے۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے ان "الشرک لظلم عظیم" تو ظلم عام تھا لیکن شرک خاص ہے۔ پس عام کا معنیٰ خاص سے ہوگیا۔

لفظ عام تھا لیکن اس کی مراد ظاہر تھی پس اب جبکہ قرینہ

Marfat.com

موجود ہے یہی مرادی معنے لیا جائے گا اور کوئی اور معنی نہ لیا جائے گا۔ پھر قوی دلیل یہ ہے کہ عام کو تو خاص کر دیا کیونکہ خاص اس میں شامل تھا لیکن خاص کو کس طرح عام کرسکتے ہیں۔

ان دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہوا کہ یہ آیت قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کی شان میں ہے۔ اور ان کے حق میں اس کا نزول ہوا ہے۔ اور یہ انہیں پاک ہستیوں کے لئے مختص ہے۔ ایک تنبیہ کے بعد آگے سب اس کی تفصیل ہے۔

تنبیہ :اور اگر یہ کہا جائے کہ وحی کی تبلیغ پر اجر لینا یا طلب کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ بہت سے نبیوں کے قصوں میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ آپ ان کو واضح کردیں کہ میں اپنی تبلیغ کا اجر نہیں مانگتا ہوں اور ہمارے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ان سب سے افضل ہیں۔ تو وہ تو کسی صورت میں بھی رسالت اور تبلیغ کا اجر طلب نہیں کرسکتے اور خود قرآنی آیت سے اس بات کی تشریح ہورہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طلبِ اجر کی نفی سے یاد فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمادیجئے کہ میں اس پر اجر طلب نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی میں متکلفین سے ہوں۔

قل ما اسئلکم علیہ من اجر و ما انا من المتکلفین

اور تبلیغ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھی

بلغ ما انزل الیک من ربک

ترجمہ :جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی احکام نازل

ہوئے ہیں ۔ ان کی تبلیغ کردیں ۔ اصول یہ ہے کہ ادائے واجب پر طلب اجر مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح رسالت کے مقابلہ میں اجر کا طلب کرنا مناسب نہیں ہے۔ تبلیغ اور رسالت سب سے اعلیٰ اور اشرف متاع ہیں ۔ اور اجر کا طلب کرنا ارذل ہے ۔ اشرف کی قیمت ارذل کس طرح ادا کرسکتا ہے نیز اجر کا طلب کرنا ایک تہمت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اجر طلب کرنا جائز نہ تھا۔ اور اس جگہ اجر کے قائم مقام ایک چیز ذکر کی گئی ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

اپنے قرابتداروں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مودت طلب کرنا کوئی اجر نہیں ہے کیونکہ اسلامی اخوت بذاتِ خود واجب ہے۔ مسلمان کو چاہیئے کہ دوسرے مسلمان کے ساتھ باہمی محبت کا رشتہ برقرار رکھے۔ کیا یہ حکم اس آیت سے ثابت نہیں ہورہا۔

والمؤمنون و المومنات بعضھم اولیآء بعض۔ اور حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں ۔

المومنون کالبنیان یشد بعضہ بعضا

ترجمہ : اور مسلمانوں کی مثال ایک دیوار کی طرح ہے جس کے بعض اجزاء بعض اجزاء کے لئے سہارا ہیں ۔ اور جب بعض مسلمانوں پر بعض کی محبت واجب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے ساتھ اور ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہلِ بیت علیھم السلام کے ساتھ محبت تو ادنیٰ طریق پر ثابت ہے۔

ایک صرفی و نحوی نکتہ: الاّ کا لفظ جو اس آیۃ میں وارد ہوا ہے وہ بذاتِ خود کافی و شافی جواب ہے۔ الاّ کا معنیٰ (سوائے اسکے ہے) اس کو عربی گریمر میں حرفِ استثنا کہتے ہیں۔

استثنا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک متصل اور دوسرا منقطع۔ متصل وہ ہوتا ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو، اور منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو، یہ حرف استثنا اس جگہ منقطع ہے۔ یعنی اس کا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہے۔ پس جب اس کی جنس سے نہیں تو اجر نہ ہوا۔ نہ طلبِ اجر۔ مودۃ فی القربیٰ کچھ اور شے ہے، اس جگہ تک آیہ مبارکہ کا ترجمہ اور تشریح دونوں مکمل ہوگئے۔ اب الا المودۃ فی القربیٰ کی تشریح پر غور فرمائیے گا۔

خطیب اور خازن میں اس کی تفسیر یوں وارد ہوئی ہے۔

ای لاکن اسئلکم المودۃ فی القربیٰ

ترجمہ: لاکن میں تم لوگوں سے اپنے اہلِ بیت کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔

علامہ زمحشری نے اپنی تفسیر کشاف میں اس آیت کے تحت ایک لمبی حدیث نقل کی ہے۔ اور امام فخرراازی نے ان سے یہی حدیث اپنی تفسیر کبیر میں نقل کی ہے۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔ (حدیث نمبر 6)۔

1۔ جو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مرگیا۔

وہ شہید مرا۔

2۔ خبردار ہوجاؤ کہ جو شخص حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فوت ہوا۔ اس کے گناہ سب بخشے گئے۔

3۔ یاد رکھو، جو حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوا۔ وہ گویا تائب ہوکر مرا۔

4۔ یاد رکھنا جس کا خاتمہ حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوا وہ اس حال میں مرا کہ مومن تھا۔ اور کامل الایمان تھا۔

5۔ پھر جو حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فوت ہوا۔ اس کو ملک الموت اور پھر منکر نکیر نے جنت کی خوش خبری دی۔

6۔ خبردار ہوجاؤ، جو شخص حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرگیا، وہ بہشت سے اس طرح واصل ہوا جس طرح دلہن اپنے خاوند کے گھر واصل ہوتی ہے۔

7۔ جو حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرا۔ تو قبر میں اس کے لئے دو دروازے جنت کی طرف کھل جائیں گے۔

8۔ خبردار ہوجاؤ کہ جو حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرا وہ اہلِ سنت والجماعت ہے۔

9۔ لیکن یاد رکھو کہ جو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض لیکر دنیا سے رخصت ہوا، تو جب تک قیامت کے دن اللہ کریم کے پیش ہوگا۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا "آئسٌ من رحمت اللہ" یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوا۔

10۔ خبردار ہوجاؤ کہ جو شخص بغضِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم پر مرجائے۔ وہ کافر ہو کر مرا۔

11۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھو کہ جو شخص اس حالت میں مرگیا کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض لے کر گیا وہ کبھی بھی جنت کی بو نہ سونگھے گا، یعنی ہمیشہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ (تفسیرِ کبیر جلد ساتویں صف 406)۔

امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو جریر بن عبداللہ البجلی سے نقل کیا ہے۔ پھر علامہ صادی نے بھی یہ حدیث لی ہے اور اپنی شرح میں درج کی ہے جو کہ جلالین کی شرح ہے اور جلالین مشہور درسی تفسیر ہے۔

امام فخررازی فرماتے ہیں کہ آل سے مراد سب سے پہلے اور سب سے زیادہ قرابتدار ہیں ۔ پس جن کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہوگا وہی آل کہلائیں گے اور کیا اس میں کوی شک ہے کہ حضرت فاطمہ، علی، حسن اور حسین علیہما السلام ازروئے تعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ اقرب ہیں اور ان کے تعلقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باقی تمام امت سے زیادہ ہیں ۔ اور یہ قرابت اور یہ تعلق اس طرح معلوم ہے۔ اور مشہور ہے جس طرح کہ احادیث متواترہ ہر ایک کو معلوم ہوتی ہیں پس واجبی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل یہی حضرات ہوسکتے ہیں ۔

اگرچہ بعض نے آل کے لفظ کے مفہوم میں اختلاف کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آل امت ہے ۔ اس اختلاف کا

Marfat.com

حل بہت ہی آسان ہے ۔ اور یہ کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ مختلف علماء کے اقوال کی تطبیق یوں کی جاتی ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار مراد ہیں تو بھی یہ حضرات یعنی علی، حسن، حسین، فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آل بن سکتے ہیں ۔ اور اگر مراد امت ہے تو وہ بھی یہ پاک ہستیاں ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا۔ تو اس لحاظ سے بھی یہ آل ہوسکتے ہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ تمام تقدیرات پر یہ آل بن سکتے ہیں ۔ اب اس میں اختلاف نہ رہا کہ یہ مقدس ہستیاں آل بن سکتی ہیں لیکن ان کے علاوہ کیا اور بھی کوئی آل بن سکتا ہے یا نہیں؟ یہ امر مختلف فیہ ہے ۔ تو متفق امر کو چھوڑ کر مختلف فیہ کا قبول کرنا یہ بھی مقتضئ عقل نہیں ہے۔

حدیث نمبر 7 : صاحب کشاف نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث رقم کی ہے۔

روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یہ لوگ آپ کے رشتہ داروں میں سے کون سے ہیں جن کے ساتھ ہمارا محبت کرنا واجب کیا گیا؟

فرمایا کہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں ۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ یہ چار ہستیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت کا تعلق رکھتی ہیں اور جب اس قدر ثابت ہوگیا تو ہم پر ان کی مخصوص تعظیم واجب ہوگئی، اور یہ ایسی تعظیم کے لئے مخصوص ہوگئے۔ اس کے لئے بھی چند وجوہات ہیں ۔

Marfat.com

پہلی وجہ تو اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے "الا المودۃ فی القربیٰ"

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں شک نہ رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بہت انس اور الفت رکھتے تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو دُکھاتی ہے وہ مجھے بھی دُکھاتی ہے۔

حدیث نمبر 8: "فاطمہ بضعۃ منی۔ یُوذینی ما یُوذیہا"

پھر احادیث سے جو کہ حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ میں علی، حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتا ہوں، جب یہ ثابت ہوگیا تو امت پر واجب ہوگیا کہ وہ الفاظ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سر اور آنکھوں پر رکھیں اور عمل کریں۔ کیونکہ مندرجہ ذیل چار آیات مبارکہ سے ثابت ہے کہ امت پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع لازمی ہے۔

(1) "واتّبعون لعلکم تہتدون"

اگر تم ہدایت حاصل کرنا چاہو تو میری تابعداری کرو۔

(2) "فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ"

جو اس کے امر سے مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئیے۔

(3) "ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"

فرما دیجئے ان کو کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم کو محبوب گردان لے گا۔

(4) "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

Marfat.com

اے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ یہ دو باعث ہوگئے۔

تیسرا باعث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا کرنا منصبِ عظیم ٹھہرایا ہے۔ اور اسی لئے آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا کو نماز میں تشہد کے خاتمہ پر رکھ دیا۔ سبحان اللہ نماز تب ہی ختم ہوگی کہ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا ہوجائے۔ کیا تم نماز میں سب یہ پڑھا نہیں کرتے :

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد

کیا یہ تعظیم اور یہ مرتبہ بغیر آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اور کو ملا ہے ؟ ہرگز نہیں ۔ یہ صرف آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شان ہے۔ یہ سب کچھ اس امر کی دلیل ہے کہ حبِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک مسلم پر واجب ہے۔

امام رازی کا کلام تو اس جگہ ختم ہوا اور شیخ امام جلال الدین سیوطی بھی اپنی تصنیف اکلیل میں فرماتے ہیں کہ آیہ "قل لااسئلکم علیہ اجراًالاالمودۃ فی القربیٰ" میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کے ساتھ محبت کے وجوب کی طرف اشارہ ہے۔

روایت نمبر 9 : حضرت علی ابنِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شامی سے پوچھا کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے اس نے

Marfat.com

جواب دیا کہ ہاں ۔ پھر پوچھا اس میں تو نے یہ آیۂ مبارکہ پڑھی تھی۔

قل لا اسئلکم علیہ۔۔۔۔۔۔الی آخرہ تو اس نے عرض کی کہ کیا یہ لوگ تم ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتدار ہو۔ اور جن کی محبت ہم پر واجب ہے ؟ حضور نے جواب دیا کہ نعم (ہاں ہم ہی تو ہیں)۔ (تفسیر ابن جریر جلد 25 ، ص 14 اور تفسیر درِ منثور جلد 6 ص 7)۔

اس ضمن میں ایک حدیث شریف صحیح مسلم میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے میری امت ! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ، جب تک تم ان کو محکم پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ وعترتی۔

حدیث نمبر 10 : ایک قرآن حکیم دوم میری آل۔ یہ حدیث صحیح ہے اور دوسری کتب احادیث میں بھی وارد ہے۔ طوالت کے خوف سے حدیث کے الفاظ چھوڑ دیئے گئے ہیں اور ترجمہ کردیا گیا ہے۔ جو لوگ اور جو حضرات آل سے امت مراد لیتے ہیں ان کو تدبر کرنا چاہئیے کہ اگر آل سے مراد امت ہو تو تمام امت کے ساتھ تمسک ثابت ہوگا اور امت تمام جمع کا صیغہ ہے ، حالانکہ جس کو محکم پکڑنے یا تمسک کے لئے فرمایا گیا ہے وہ چیز واحد ہے۔ تو واحد کی جگہ جمع کو تھما دینا باطل ہے۔

روایت نمبر 11 : قال الشیخ یوسف من اسماعیل النبھانی فی الشرف الموبد لالِ محمد و عن السدی عن ابی یلم قال لمّا جئی بعلی ابن الحسین رضی اللہ تعالٰی عنہ امیراً و اقیم علی درج دمشق،

Marfat.com

قائم رجل من اہلھا۔ فقال الحمد للہ اللذی قتلکم واستاملکم و قطع قرن الفتنۃ فقال لہ، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقرات القرآن قال نعم قال اقراءت آل حٰم قال قلت قال ما۔ قراءت قل لااسئلکم علیہ اجراً۔۔۔۔ الخ الاالمودۃ فی القربیٰ۔

ترجمہ: یوسف بن اسماعیل نبہانی کتاب شرف الموید لآل محمد میں روایت کو اس طرح لائے ہیں کہ سدی نے ابن ملم سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب علی بن حسین قید ہوکر پیش ہوئے اور دمشق لائے گئے۔ تو دمشقیوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور یوں مخاطب ہوا "معاذ اللہ معاذ اللہ" وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے آپ کے والد کو قتل کیا اور تمہاری بیخ کنی کی اور اس طرح فتنہ کی جڑ کو اکھاڑ دیا۔

حضرت زین العابدین نے اس کو کہا کہ کیا تونے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اس میں یہ حروف مقطعات پڑھے ہیں آل۔ حم۔ اس نے کہا یہ بھی پڑھے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا اس میں یہ بھی پڑھا ہے قل لااسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربیٰ اس نے کہا کہ کیا تم ہی وہ لوگ ہو جن کے بارے میں محبت کو ہم پر واجب کردیا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ہم ہی تو ہیں۔

جب یہ روایت مطالعہ میں آئی تو معاً میرے دل میں خیال آیا کہ میں تو ایسے شخص کو مسلمان نہیں سمجھتا ہوں، اپنے ضمیر اور اپنی عقل سے سوال کیا کیا ایسا شخص ایمان لایا تھا؟ جواب

Marfat.com

ملا کہ ہاں۔ لیکن کس کے ساتھ؟ شیطان اور طاغوتی طاقتوں کے ساتھ، کیونکہ ایسی بے تکی باتیں جنکو طبیب ہذیان کہتے ہیں، اس شخص سے صادر نہیں ہو سکتیں جو اللہ جل جلالہ پر ایمان لایا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتا ہے۔ اور ایسے شخص کے سینہ میں ایمان کس طرح قرار پکڑ سکتا ہے جو کہ قتلِ اولادِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر شکریہ ادا کر رہا ہے اور ان کی بیخ کنی (معاذ اللہ خاکم بدہن) پر خوش ہو رہا ہے۔

میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ ابوجہل جو کہ اللہ تعالیٰ اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا یہ شخص اس سے زیادہ ملحد اور عدوِ رسول و عدو اللہ ہے، کیونکہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے حق میں نہایت ناپاک الفاظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ لیکن یہ بھی تعجب کا مقام نہیں کیونکہ ہمارے زمانے میں بھی اہلِ بیت نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی رکھنے والے ہیں جو اس گمراہی میں اس شخص کی نظیر ہیں۔

اس زمانہ میں بھی ایسے شخص پائے جاتے ہیں کہ جن کے سامنے اگر اہلِ بیت کی کوئی ایسی فضیلت بیان کی جائے جس سے وہ ممتاز کئے گئے ہوں، یا کوئی ان کی شان ایسی ذکر کی جائے جو ان کی طرف مستند ہو اور اللہ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اوصاف بتائے یا سلف صالحین یا علمائے امت یا اولیاء و صلحا ان کی شان بیان کریں تو وہ سن کر اپنا سر پیٹتے ہیں، ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور ترش رو ہو جاتے ہیں۔

پھر ان کے چہروں کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے وہ کڑھتے ہیں اور زبانِ حال سے کہتے ہیں کاش یہ فضیلت ان کے لئے ثابت نہ ہوتی (یعنی آلِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے)۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کے لئے قسم قسم کی من گھڑت باتیں بناتے ہیں اور موضوع احادیث پیش کرتے ہیں یا تابعین و تبع تابعین کے من گھڑت اقوال پیش کرتے ہیں۔ ان کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ ان کی تنقیص شان کریں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو تمام کرتا ہے اگرچہ کافر یہ نہ چاہیں "واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون"۔

تفسیر نیساپوری میں مندرجہ بالا آیہ مبارکہ کے متعلق یہ ذکر ہے کہ یہ امر احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی، حسنینؑ اور فاطمہ رضوان اللہ علیھم اجمعین سے محبت کرتے تھے۔ اور جب یہ امر اس طرح ہے تو ہم پر بھی ان کی محبت واجب ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے فاتبعوہ یعنی میرے نبی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کرو، کیا آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ شرف اور یہ فخر کافی نہیں ہے کہ ان کے مبارک ذکر سے التحیات میں نماز کو ختم کیا۔ اور پھر ہر ایک نماز میں ان پر درود بھیجا جاتا ہے۔ بلکہ ہر ایک نماز کا خاتمہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے سے ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ نحن مرکب سفینۃ حب آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ الفاظ تفسیر نیساپوری کے ہیں۔

ترجمہ: ہم آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور مصائب و تکالیف کے سمندر کو اس کے ذریعے

Marfat.com

سے عبور کر کے ساحلِ مراد پر پہنچ سکتے ہیں۔

روایت نمبر 12 : (الحدیث الشریفہ) امام بغوی اپنی تفسیر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیت قل لااسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربیٰ نازل ہوئی تو امت کے بعض افراد کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم کو اپنے رشتہ داروں کی محبت کے لئے ابھاریں۔

پھر جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے مطلع کردیا اور کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ تہمت لگائی ہے۔ تو اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی "ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبا" (ترجمہ) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ جل جلالہ، پر افتریٰ باندھا ہے۔ تو پھر ان لوگوں نے جن کے دل میں وسوسہ گذرا تھا عرض کیا کہ یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق ہیں اور ہم اب کسی قسم کا شک نہیں کرتے۔ تو پھر یہ آیت نازل ہوئی "ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ" (ترجمہ) وہ ذاتِ پاک یعنی اللہ جل جلالہ اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ آیت خاص کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے بارے میں ہے کیونکہ یہ مربوط کلام ہے۔ اور تینوں آیات جو اوپر بیان کی گئی ہیں متصل وارد ہوئی ہیں، جس قوم نے یہ شک کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اور پھر وہ تائب ہوئے۔ پھر اللہ

Marfat.com

تعالٰی نے ان کو معاف کردیا اور توبہ قبول کی۔ اگر قربیٰ کے معنی امت ہوتا تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔

روایت نمبر 13 : حضرت ابن طفیل سے روایت ہے ، آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خطبہ دیا۔ پھر اللہ تعالٰی کی ثنا کی اور تحمید کی، اور وعظ کو اس کلام پر ختم کیا۔

"جس نے مجھ کو پہچانا، تحقیق وہ مجھ کو خوب جانتا ہے۔ اور جس نے مجھ کو نہیں پہچانا تو میں کہتا ہوں کہ میں حسن (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ہوں اور سرکارِ دوجہاں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں"، پھر قرآن کریم کو ہاتھ میں لیا اور کہا کہ "میں اس نبی کا بیٹا ہوں جو بشارت دینے والا تھا۔ جو ڈرانے والا تھا۔ جس نے اللہ سے نبوت کا تاج پایا تھا۔ جو اللہ کے حکم سے اس کے راستہ کی طرف دعوت دینے والا تھا۔ جو سراجِ منیر تھا۔ اور جس کو اللہ تعالٰی نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ میں اس گھرانے کا چشم وچراغ ہوں جس کے حق میں آیۃ تطہیر اتری تھی۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا" (آیۃ تطہیر آغاز سیپارہ 22)۔ آخیر میں آپ نے کہا کہ "میں اس گھرانے کا فرد ہوں جس کے ساتھ محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالٰی نے آپ پر فرض کردی اور جس کے حق میں آیت پاک اتری قل لا اسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربٰی" اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور کبیر نے ذرا اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

روایت نمبر 14 : ایک روایت میں اس طرح مطالعہ سے گذرا

ہے "انا من اهل البیت الذین افترض اللہ مودتہم علٰی کل مسلم و انزل فیہم۔ قل لااسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربٰی۔ و من یقترف حسنۃً نزدلہ، فیہا حسنا" (ترجمہ) میں اس اہلِ بیت سے ہوں جن کے ساتھ محبت کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور جن کے لئے یہ آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی۔

آیہ پاک کے آخیر میں اقتراف حسنہ کا ذکر ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہے۔

اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لئے اس میں اور بھی خوبی بڑھادیں گے۔ اس جگہ نیکی سے مراد اہلِ بیت کی محبت ہے۔ امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود تشریح فرما دی کہ حسنۃ ہماری محبت ہے۔ جو کہ آل نبی یا اہلِ بیت کہلانے کے مستحق ہیں۔

روایت نمبر 15 : حضرت سدی نے حضرت ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ جو کوئی نیکی کرے گا، مراد اس جگہ سے یہ ہے کہ جو کوئی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرے گا۔ اگرچہ بظاہر حسنۃ کا لفظ عام ہے یعنی جو نیکی کسی قسم کی کرے۔ لیکن امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "کلام ماقبل میں مودت فی القربٰی کا ذکر ہے یعنی اہلِ بیت کے ساتھ محبت کرنا مذکور ہے۔ اور اہلِ بیت کے ساتھ محبت بذاتِ خود نیکی ہے۔ اس لئے اولٰی طور پر اس جگہ حسنۃً سے مراد آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا ہے۔

اور کلام باری کے الفاظ کی بندش سے یہ بھی ثابت ہورہا ہے کہ دنیا بھر کی تمام نیکیاں حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کے تابع ہونگیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اگر ایک امتی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہیں رکھتا تو اسکی باقی تمام نیکیاں نیکیاں نہیں کہلا سکتیں"۔ یہاں پر امام بغوی کا کلام ختم ہوتا ہے۔

روایت نمبر 16 : علامہ نبہانی اپنی تصنیف شرف موید میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ من یقترف حسنۃً سے مراد آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

روایت نمبر 17 : حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو جو تم سب کا رازق ہے اور میرے ساتھ محبت اس لئے کرو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو اور میرے اہلِ بیت سے محبت اس لئے کرو کہ میری محبت حاصل ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا سب آلِ محبت کی محبت ہے اور اللہ کی رضا حبِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔

یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں بیان کی ہے اور حسن بن علی اس کے آخری راوی ہیں۔

روایت نمبر 18 : حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دن محبت کرنا ایک سال کی عبادت سے اچھا ہے۔ گویا کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عبادت سے تین سو ساٹھ (360) گنا بہتر ہے۔

135360

Marfat.com

ذخیرۂ پروفیسر محمد اقبال مجددی

جو 2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو

ہدیہ کیا گیا۔

CALL NO.

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY

LAHORE

Marfat.com

روایت نمبر 19 : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سب سے بہتر وہ ہے جو میرے اہلِ بیت سے میرے بعد اچھا سلوک کرے۔

روایت نمبر 20 : طبرانی نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومنِ کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھے سب سے محبوب نہیں سمجھتا۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ اور میری اولاد اس کو اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ اور میرے اہلِ بیت اس کو اپنے اہلِ بیت سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

روایت نمبر 21 : حضورِ پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے اہلِ بیت اور ان کے ساتھ محبت کرنے والے اس طرح اکٹھے حوضِ کوثر پر وارد ہوں گے جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کی طرف اشارہ بھی کیا۔

روایت نمبر 22 : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری محبت یعنی میرے اہلِ بیت کی محبت کو لازمی طور پر اختیار کرو۔ تحقیق بات یہ ہے کہ جو شخص مرجائے اور وہ قیامت کے دن اللہ جل جلالہ کے دربار میں اس حالت میں پیش ہو کہ وہ ہمارے اہلِ بیت کے ساتھ محبت رکھتا تھا تو وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذات

Marfat.com

بابرکات کی قسم ہے جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کا عمل اس کو فائدہ نہ دے گا جب تک وہ میرے اور میرے اہلِ بیت کے حقوق کو نہ پہچانے۔

حدیث نمبر 23 : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میرا وسیلہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ ایسا کام کرے جس کی وجہ سے قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کرسکوں، تو وہ میرے اہلِ بیت کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور ان کی خوشنودی حاصل کرے۔ اس حدیث کو دیلمی نے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر 24 : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ سب سے پہلے میں اور فاطمہ اور حسنین کریمین جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے سوال کیا کہ ہمارے ساتھ محبت رکھنے والے کب داخلِ جنت ہوں گے ، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہارے عین بعد۔

حدیث نمبر 25 : حضرت امام احمد نے حدیث نقل کی ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کو ہاتھ سے پکڑا اور فرمایا کہ جو شخص میرے ساتھ اور دونوں کے ساتھ اور ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اور ان کے والد حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت رکھے گا تو وہ قیامت کے روز میرے ساتھ ایک صف میں ہوگا اور معیت و ایک صف میں ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ

Marfat.com

رتبہ میں برابر ہوگا۔ بلکہ یہ معیت مشاہدہ ہے۔ جو کہ عین حصولِ سعادت و انوار خوش نصیبی ہے ، یعنی حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ رحمت میں ہوگا۔

حدیث نمبر 26 : طبرانی نے ایک بصیرت افزا حدیث نقل کی ہے اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اولادِ عبدالمطلب میں سے کسی ایک فرد کو اپنے لئے پسند کیا اور اس کی سفارش طلب کی، پھر دنیا میں وہ مراد کو نہ پہونچا تو قیامت میں جب وہ مجھے ملے گا تو میں اس کو پورا پورا بدلہ دوں گا۔

حدیث نبر 27 : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں کہ میں قیامت کے دن ان کی سفارش کروں گا۔

(1)میری اولاد کی عزت کرنے والا، (2)ان کی حاجات کو پورا کرنے والا، (3)ان کی مشکلات کو دور کرنے میں کوشش کرنے والا، (4)دل اور زبان سے ان کے ساتھ محبت کرنے والا۔

حدیث نمبر 28 : امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حسن بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ایک چیز کیلئے بنیاد ہے اور اسلام کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور آپ کے اہلِ بیت کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

حدیث نمبر 29 : صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے آگے قریش کا شکوہ کیا، اور کہا کہ جب قریش ہم کو دیکھتے ہیں تیوری چڑھاتے ہیں اور جب ہم سے ملاقات کرتے ہیں تو اپنے کلام کو قطع کردیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سنکر نہایت ہی غضبناک ہوگئے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کا چہرہ انار کی طرح سرخ ہوگیا اور پسینہ کے قطرے دونوں آنکھوں اور ابروؤں کے درمیان ٹپک پڑے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو باتیں کرتے رہتے ہیں اور جب میرے اہلِ بیت سے کسی ایک شخص کو دیکھتے ہیں تو اپنی بات کو کاٹ دیتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ میرے اہلِ بیت سے رشتہ کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔

حدیث نمبر 30 : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذاتِ پاک کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ میرے اہلِ بیت کے ساتھ محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر محبت نہ کرے۔

روایت نمبر 31 : حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذاتِ پاک کی قسم ہے جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، جب تک ایمان نہ لائیں یعنی موءمن نہ ہوجائیں، اور مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خالصاً للہ و للرسول محبت نہ کریں، لوگو! کیا تم میری شفاعت کے

Marfat.com

حصول کی دلی طمع رکھتے ہو؟ اور اولادِ عبدالمطلب کیا تمہارے نزدیک اس امید سے محروم ہیں۔

روایت نمبر 32 : ایک دوسری روایت میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ یہ لوگ کبھی بھی نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ یہ تمہارے ساتھ محبت (خالصاًللہ اور میری قرابت کی وجہ سے) نہیں کریں گے۔

روایت نمبر 33 : حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے اہلِ بیت کو مخاطب کرتے ہوئے ایک روز فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ تمہارے ساتھ محض میری وجہ سے محبت نہ کرے۔ اے لوگو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ میری سفارش سے جنت میں داخل ہوجاؤگے اور اولادِ عبدالمطلب اس شفاعت کی امید سے محروم ہیں۔

روایت نمبر 34 : مندرجہ ذیل حدیث کے بہت سے طرق ہیں اور مختلف ذرائع سے پہنچی ہے۔ امام ابنِ حجر مکی اور حافظ سخاوی نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ اور دونوں نقل کرتے ہیں کہ ابولہب کی بیٹی مہاجر بنکر مدینہ منورہ پہنچی۔ بعض لوگوں نے اس کو کہا کہ تُو تو حمالۃ الحطب کی بیٹی ہے۔ تجھ کو یہ ہجرت کام نہ دے گی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے یہ شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہوگئے اور منبر پر خطبہ دیتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہ میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا پہنچا کر

Marfat.com

مجھے ایذا دیتے ہیں۔ خبردار ہوجاؤ جو شخص میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو دکھ پہنچائیگا، تحقیق وہ مجھ کو دکھ پہنچائے گا اور جو مجھ کو دکھ پہنچائے گا وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو دکھ پہونچائے گا۔

اس حدیث کو ابن ابی عاصم اور طبرانی اور ابن مندہ اور بیہقی نے ملتے جلتے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اس خاتون کا نام ایک روایت سے درّہ ثابت ہے اور دوسری سے سبیعہ ثابت ہوتا ہے۔ یا تو یہ ایک ہی خاتون کے دو نام ہیں، یا ایک اس کا اسم دوسرا لقب ہے۔ یا یہ دو عورتوں کے نام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اور یہ قصہ پھر دونوں طرف راجع ہے۔

روایت نمبر 35 : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ وہ دوسرے اعمال سے مستغنیٰ کر دیتی ہیں۔ یعنی ان میں بذاتِ خود کمال موجود ہے۔ (1)نیک بیوی، (2)نیک اولاد، (3)لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک، (4)اپنے شہر میں حسنِ معیشت (5)حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

روایت نمبر 36 : طبرانی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اوسط میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کلام اور ارشاد یہ تھا میرے بعد میرے اہلِ بیت کے لئے میرا خلیفہ بنو، یعنی ان کی مشکلات اور ان کے حوائج میں سعئ نیک کرتے رہنا۔

روایت نمبر 37 : حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ، سے روایت ہے ، آپ فرماتے ہیں کہ اپنی اولاد کو تین عادتیں سکھلاؤ، پہلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، دوسری اہلِ بیت کی

Marfat.com

محبت، تیسری قرآن کی تلاوت۔

روایت نمبر 38 : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تین محرمات بتلائے جس نے ان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے اس کے دین اور دنیا دونوں کو محفوظ رکھا۔ اور جس نے ان کو ضائع کیا اور بیحرمتی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بالکل بھلا دیا۔ اور اس کی کسی قسم کی حفاظت نہ کی صحابہ کرام نے سوال کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کونسے محرمات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (1)حرمت اسلام، (2)میری حرمت، (3)اور میرے رشتہ داروں کی حرمت۔

روایت نمبر 39 : متقدمین اور متاخرین میں سے بڑی بڑی بزرگ ہستیوں نے باتفاق رائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کی محبت کو واجب تسلیم کیا ہے، اور سلف صالحین اور ان کے متبعین اسی نسبت پر قائم رہے ہیں، بالخصوص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔

روایت نمبر 40 : بخاری شریف میں ایک حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کی گئی ہے ارقبوا محمداً فی اهل بیته اس حدیث کی تشریح علامہ ابن علان نے ریاض الصالحین کی شرح لکھتے وقت امام نودی کا حوالہ دیتے ہوئے یوں کی ہے۔ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے اہلِ بیت کی تعظیم اور تکریم کرو ان کا پاس خاطر اور ان کا احترام لازمی

سمجھو۔

امام سناوی فرماتے ہیں کہ حافظ زرندی کا قول ہے کہ علماء مجتہدین اور ائمہ مہتدین میں سے ایک بھی ایسا شخص نہیں گذرا جو کہ خلوصِ دل سے اور شوقِ قلبی سے اہلِ بیت کی محبت میں گداز نہ ہوا ہو، اور جس نے اس حصولِ نعمتِ مودّت اہلِ بیت پر فخر نہ کیا ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زیرِ بحث آیت میں حکم دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ زرندی علیہ الرحمہ نے علماء مجتہدین اور آئمہ کرام کی قید اس لئے لگائی ہے کہ وہ امت کی قیادت کرنے والے تھے۔ کیونکہ امام اور مجتہدین شرع محمدی میں ایک بڑا بھاری رتبہ ہے۔ اور امام مجتہد تو تبھی بنے تھے کہ ان کے اندر قیادت امت کا مادہ موجود تھا۔ تو جب قائدین امت کی یہ صفت ہو تو امی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کے خلاف کرے۔ جب کملاء امت کا یہ وصف تھا تو ایمان کا یہ وصف ہی اسیات کی دلیل ہے کہ:

"بے حبِ اہلِ بیت عبادت حرام ہے۔"

کیونکہ یہ وصف کس کا ہے؟ کاملین امت کا ہے، مجتہدین اربعہ کا ہے۔ (چاروں مجتہدین) تمام اماموں کا ہے۔ تو پھر کیوں نہ مجتہد کی تقلید کریں اور اماموں کے وصف کو اپنا وصف کیوں نہ بنائیں۔ جتنا کسی میں یہ وصف زیادہ ہوگا، اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوگا۔ اسی لئے زیادہ لطفِ ایمان لینے والے اور زیادہ فخر کرنے کے لائق وہی علماء مجتہدین اور ائمہ مہتدین ہیں جنہوں نے اہلِ بیت کے ساتھ موالات کی۔

موالاتِ اہلِ بیت کے بارے میں علمائے مجتہدین کے حالات

(بابِ دوم)

(1) پہلا امام جس نے محبتِ اہلِ بیت کا عملی ثبوت دیا ہے وہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے ابراہیم بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن حسن، سبطِ رسول کے ساتھ موالات کی، اور ان کے بھائی محمد کے ساتھ بھی رشتہ ٔ موالات قائم کیا۔ ان کی خدمت اور صحبت کو لازم قرار دینے اور اس ابتلاء میں پڑ کر سختیاں جھیلنے میں امام اعظم سب امت کے افراد سے جوانمرد ثابت ہوئے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ قضا کی مسند سے انکار بظاہر ایک بہانہ تھا۔ حقیقی امر جو حضور کو قیدخانے کی طرف لے گیا تھا، وہ اہلِ بیت کی محبت تھی۔

آگے چلئے۔ اب امام مدینۃ رسول (جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دارالہجرت تھا)، مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال ذرا سن لیجئے گا۔ آپ نے ابراہیم بن زید بن علی یعنی زین العابدین بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موالات کی۔

سادات کے ساتھ وفاداری اور محبت میں ثابت قدمی کے لحاظ سے یہ بھی ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جوانمرد ثابت ہوئے۔ کیونکہ اس خاندانِ سادات کے چشم و چراغ کی محبت کی وجہ سے کئی سال چھپے رہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ شخص جس کے ساتھ

امام مالک بن انس نے محبت کا سلسلہ جوڑا تھا وہ محمد ہے جو کہ اس ابراہیم کا بھائی تھا جو کہ عبداللہ المحض کا بیٹا تھا۔ اور یہ عبداللہ حسن مثنیٰ کا بیٹا تھا۔ اور حسن مثنیٰ، حضرت حسن سبط رسول کا بیٹا تھا۔ یعنی اس ابراہیم کے بھائی کے ساتھ جس کے ساتھ امام اعظم ابوحنیفہ نے بھی موالات کی تھی۔

اب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنیئے۔

اس کے سوائے محبت اہلِ بیت کا ان کے حق میں اور کیا ثبوت دوں کہ انہوں نے اپنی پرہیزگاری اور باریک بینی، بصیرت اور تقویٰ کے باوجود یزید بن معاویہ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اس پر لعنت بھیجنے کو جائز قرار دیا۔ جب انہوں نے اپنے دلائل سے یہ کفر یزید اور اس پر جواز لعنت ثابت کردیا تو کیا یہ آلِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا باعث نہ تھا تو اور کیا تھا؟

اب آپ ذرا امام قریشی حضور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے یعنی امام محمد بن ادریس المعروف بہ امام شافعی کا حال تو سن لیجئے۔

اہلِ بیت کی محبت کا یہ متوالا، اللہ جل شانہ، اس سے راضی ہو، زنجیروں سے جکڑا ہوا بغداد کی طرف بھیجا گیا۔ اس کی محبت اور مستئ عشق اہلِ بیت کا قصہ کیا بیان کروں، اس پر ایسے مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ میں اس کی تشریح کرنے سے قاصر ہوں۔

آپ کی اہلِ بیت کے ساتھ عقیدت اس حد تک پہنچ گئی کہ بعض کج رفتار اور گمراہوں نے آپ پر رفض کی تہمت لگا دی، یعنی یہ کہدیا کہ آپ معاذاللہ رافضی ہیں۔ اسی لئے امام شافعی نے

Marfat.com

6797

مطالع الانوار

فی

فضائلِ اہلبیتِ النبیّ المختار

از

حضرت علامہ سید محمد زکریا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنوری

مترجم

دفقیر، محمد امیر شاہ قادری الگیلانی یکہ توت پشاور شہر

ناشر

شاہ محمد غوث رحمہ اللہ تعالیٰ اکیڈمی یکہ توت پشاور

Marfat.com

جواب دیا ؎

ان کان رفضاً حب آلِ محمدٍ
فلیشھد الثقلان انی رافضی

ترجمہ: اگر حب آل محمد کا نام رافضی ہونا ہے تو اے جن و انس کے دونوں گروھو! تم گواہ رہو کہ میں رافضی ہوں۔

اور اسی امام شافعی نے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو فرض قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل دو شعر عربی میں کہے۔

؎

یا آلِ بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ،
یکفیکم من عظیم الفخر انکم
من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ،

(ترجمہ بہ زبانِ اردو) : اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت آپ کی محبت کی فرضیت اس قرآن پاک میں مذکور ہے جو کہ اللہ جل شانہ، نے اتارا، آپ کیلئے یہ بھاری فخر کافی ہے کہ جو شخص نماز میں آپ پر درود نہیں بھیجتا، اس کی نماز تمام ہی نہیں ہوتی، بلکہ وہ نمازی ہی نہیں۔

علامہ صبان نے اپنی کتاب اسناف الراغبین میں لاصلوٰۃ لہ، کی تشریح یوں کی ہے۔ یعنی ایسے شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی یا کامل نہیں ہوتی اور فی القرآن انزلہ، کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ آیت مبارک قل لااسئلکم کی طرف اشارہ ہے۔ اے مسلمان اور اے وہ شخص جو میرے اس مضمون کو پڑھتا ہے اللہ تعالی ہم کو

اور خاص کر تجھکو خیر عطا فرماوے۔

ان ائمہ مجتہدین کے حالات پر غائرانہ نظر کریں، یہ امت کے لئے باعثِ سراسر ہدایت ہیں۔ اہلِ بیت کی محبت کے لئے جو ان کے اقوال ہیں ان سے مطلع ہونا چاہیئے۔

فیصلہ کن امر یہ ہے کہ اگر تو سنّی مسلمان ہے تو خواہ مخواہ ان چاروں میں سے کسی ایک کا مقلد ضرور ہوگا، یعنی دینی امور میں تقلید ضرور کرے گا۔ پھر باوجود اس یقینی امر کے کہ ان چاروں کا ایک دوسرے کے ساتھ بڑا بھاری اختلاف تھا (دینی امور میں) لیکن وہ اس اہلِ بیت کی محبت کے معاملے میں سب کے سب متفق ہیں۔ جیسا کہ اوراقِ گذشتہ کے مطالعہ سے ثابت ہوا۔

اے میری اس کتاب، "فضائلِ اہلِ بیت" کو پڑھنے والے، اگر تو یزیدی یا زیادی ہے تو اپنے نامراد اور کم ہمت آباؤ اجداد کی سیرت کا غور سے مطالعہ کر تو ان کی سیرت کو پڑھکر معلوم کرلے گا کہ وہ ناری تھے اور ان کے حالات کو انسانیت سوز اور باعثِ عار دیکھے گا۔ اور اگر تو یزیدی نہیں بلکہ عقلمند اور صاحبِ بصیرت ہے تو یقیناً ان کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ تم کو یہ معلوم ہے کہ وہ سب سے بڑی گمراہی اور سب سے رذیل جہالت پر ڈٹے ہوئے تھے۔ پھر ان کے برعکس اور ان کے خلاف عمل پیرا ہوکر تو جنت میں داخل ہوگا جو کہ پرہیزگاروں کا گھر ہے۔ اور ان لوگوں کے گروہ میں تمہارا شمار ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ اور وہ نبی، صدیق، شہید اور صالحین ہیں۔ اور اگر تو اپنے یزیدی اسلاف کی مشارکت چاہتا ہے تو تیری جگہ دوزخ ہے جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ تو پھر

Marfat.com

ان کا طریق اختیار کر۔ گمراہی میں سبقت لے جانے والوں کو جو کچھ ملا وہ تم کو بھی مل جائیگا۔ جس چیز پر ان کو کامیابی حاصل ہوئی تم کو بھی حاصل ہوگی۔ اور جس طرح وہ ہلاکت اور تباہی کے وبال کے حقدار ہوئے تو بھی ہوجائے گا۔ اور تو دوزخ کی طرف اس طرح گھسیٹا جائے گا جس طرح کہ وہ زنجیروں اور طوقوں سے گھسیٹے گئے۔

تیرے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ دونوں راستوں میں سے ایک راستہ تلاش کرے۔ پس دونوں میں سے جونسا تو چاہتا ہے اپنے لئے اختیار کر۔ اور اس انتخاب کا نتیجہ بھی دو نتیجوں میں سے ایک ہوگا۔ جنت یا دوزخ۔

باب سوم

(فصل اول)

ائمہ مجتہدین کے اقوال و حالات دربارہ موالاتِ اولادِ سیدالابرار ختم ہوگئے۔ اب مشاہیر علماء امت مثلاً علامہ عبدالوہاب شعرانی اور سلطان العارفین اور امام الصوفیہ شیخ الاکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہما کا مسلک قابلِ غور ہے۔

واضح رہے کہ ان مشاہیر علماء کی کتب کو اہلِ سنت و الجماعت کے ہاں ایک نہایت ہی بلند پایہ نصیب ہے اور مشار الیہ ہوچکی ہیں۔

ان میں سے ایک شخص حضرت عبدالوہاب شعرانی ہیں، وہ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا بھاری احسان کیا ہے اور مجھ

Marfat.com

کو یہ سعادت نصیب ہے کہ میں سادات کرام کی بڑی تعظیم و توقیر کیا کرتا ہوں، اگرچہ لوگ ان کے نسب میں طعن سے کام لیں، نیز میں ان کی تعظیم بھی کرتا ہوں جن کا مجھ پر حق ہے، اسی طرح اولیاء، علماء کی اولاد کی تعظیم و تکریم بھی شرعی طریق سے کرتا ہوں، ان سب سے بڑھ کر میں سادات کی توقیر و تکریم اس طرح کرتا ہوں جس طرح کوئی شخص والئ مصر کی کرتا ہے۔ یا قاضی العسکر کی، کیونکہ سادات کرام، نائب رسول ہیں۔ سادات کرام کے متعلق ہم کو مندرجہ ذیل رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔

ان تمام آداب میں سے جن کا ذکر اس مختصر رسالہ میں ناممکن ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص اس مسند پر یا اس فرش پر یا اس صف پر نہ بیٹھے جہاں کہ خاندانِ سادات کا کوئی فرد بیٹھا ہوا ہو، بلکہ اس مرتبہ سے نیچے ہوجائے اور ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے ساتھ ایک مسند پر نہ بیٹھے۔ لیکن سید کے لئے یہ حکم نہیں۔ سیّد سیّد کے ساتھ ایک صف یا ایک مسند یا ایک مرتبہ پر بیٹھ سکتا ہے۔ پھر ہم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہم سادات کرام کی مطلقہ عورتوں سے نکاح کریں۔ یا سادات کے خاندان کی ان عورتوں سے شادی کریں جن کے خاوند (سید) فوت ہوجائیں، یہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور اگر کوئی مندرجہ بالا دو قسم کی خواتین (سیدہ) کے علاوہ کسی اور سیدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو پہلے مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب مہیا کرے۔

یہ سیدہ جس کو تم نکاح میں لائے ہو، رسول علیہ السلام کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ یا ان کے گوشت کا ایک حصہ ہے۔ تو اب

Marfat.com

اگر وہ اٹھے تو ادب کے لئے کیا تو بھی قیام کرے گا؟ اور دست بستہ کھڑا رہے گا؟ پھر جب وہ چلنے لگے تو اس کی نعلین اٹھا کر خود اپنے ہاتھوں سے اس کے آگے نہ رکھے گا؟ کیا اتنی پابندی تجھ سے ہو سکے گی؟ پھر جب اس کو کسی چیز کی ضرورت پڑے تو فوری تعمیل کر سکے گا؟

فرض، واجب، سنت اور مستحب تو درکنار، اگر اس کی حاجت کسی مباح کام کی طرف ہو تو کیا اس کو منع کر سکے گا؟ کیا ہر وقت تو اس کی رضا کا جویاں بنا رہے گا؟ یہ تو سیّدہ خاتون ہے۔ تیرے لئے تو اس کے ورود پر قیام واجب ہے۔ اس کی رضا طلب کرنا ہر وقت واجب اور اس کی خوشنودی فرض ہے۔ پھر اگر وہ تجھ کو یہ کہدے کہ میرے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح نہ کرو، یا کوئی بھی لونڈی نہ رکھو، تو کیا تو اس کی رضا اور خوشنودی کے برخلاف کر سکے گا۔

پھر اس کے کھانے پینے کی اشیاء اور کپڑوں کے حق میں ذرہ بھر بھی تنگی کر سکے گا۔ اپنی استطاعت اور توفیق سے بڑھ کر محض اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے نان نفقہ دے سکے گا اور اگر تنگی کرے گا تو کیا تیرا یہ بہانہ اس کیلئے قابلِ قبول ہو گا کہ "تمہارے جد حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر اور فاقہ کو قبول کیا۔" ہرگز نہیں۔ وہ سیدہ تو جیسا میں نے اوپر بیان کیا ہے بضعۂ (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ اس کی رضا اور خوشنودی تو تم پر واجب ہو رہی ہے۔

بتائیے کہ جس نکاح کے ساتھ اس قدر پابندیاں عائد کردی

جائیں، اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور پھر ان پابندیوں کے ساتھ عامی کا نکاح سیدہ سے ہو کیسے سکتا ہے؟ یہ تو سید کا حق ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حق طرفین لازم و ملزوم ہے۔

اسی طرح حضرت علامہ فہام، عبدالوہاب شعرانی، اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہم تمام مسلمانوں کو مستفید کرے۔ اپنی دوسری تصنیف "بحرالمورد فی المواثق والعھود" میں فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ وعدہ لیا گیا ہے کہ ہم ہرگز کسی سیدہ کے ساتھ نکاح نہ کرینگے۔ یہ تو ہم تب ہی کرسکتے ہیں کہ ہم اپنے ہم نفسوں کو ان کا خادم اور ان کے خادموں میں سے گن لیں، یا تصور کرلیں، کیونکہ وہ جگر گوشہ ء رسولِ مقبولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ پس جو شخص یہ سمجھ لے کہ میرا نفس بہت ہی محکوم اور رفیق ہے یعنی سیدہ کے حق میں بغایت مطیع ہے۔

اور عقیدہ یہ رکھتا ہو کہ جب میں اس سیدہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے باہر ہوجاؤں تو میری شرعی سزا وہ ہوگی جو کہ ایک مالک سے بھاگے ہوئے غلام کی ہوتی ہے۔ اور وہ بہت برا ہوتا ہے۔ پس وہی شخص نکاح کرسکتا ہے اور جو یہ شرائط پوری نہ کرسکے، اور مندرجہ بالا عقیدہ نہ رکھتا ہو، ہرگز اس کے لئے یہ کام جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص تبرک اور سلامتی کے لئے کسی سیدہ سے نکاح کرلے۔ اور یہ ارادہ کرلے کہ میں اس پر دوسری عورت نکاح میں نہیں لاؤں گا، نہ لونڈی رکھوں گا۔ نہ اس کے ساتھ بخل اور منافقت برتوں گا۔ تو اس کو میں یہ نصیحت کروں گا کہ تبرک اور حصولِ سعادت تو اور طرح سے بھی ممکن ہے۔ اس کے ساتھ

شادی کرنے سے یہ تبرک تو حاصل ہی نہیں ہو سکتا بلکہ حصول سعادت و سلامتی کی دوسری قسم یہ ہے کہ نکاح سے قطع نظر اس کے ساتھ نیکی کرو۔

اگر تمہاری محبت ان کے ساتھ کامل ہے یعنی اولاد رسول کے ساتھ، تو تم سے جو چیزیں وہ خریدنا چاہتے ہیں تم وہی ان کے لئے ہدیہ کر دو، یہی تبرک اور سعادت ہے۔

ورنہ بصورت نکاح ہم میں سے کوئی ایسا باہمت انسان نہیں ہے جو کہ اپنے نفس کو اور اپنی خواہشات کو اس طرح مٹا دے جیسا کہ ایک زاہد، اور ایک سیدہ کے لئے قیام کو واجب سمجھے جس کے دل میں ایمان کی یہ کیفیت ہو کہ وہ اولاد رسول علیہ السلام کو اپنی جان سے، اپنے مال سے اور اپنی اولاد سے زیادہ عزیز سمجھے، کیونکہ ہر وہ چیز جو سادات کو دکھ پہنچاتی ہے یا ایذا دیتی ہے، وہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھ دیتی ہے اور ایذا پہنچاتی ہے۔ جب یہ حاصل نہیں تو وہ حاصل بھی لاحاصل ہے۔

پھر علامہ قسام آگے چل کے فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ عہد اور میثاق لیا جا چکا ہے کہ اگر ہمارے ہاں کوئی بیٹی ہو یا ہماری بہن ہو، جس کے ہم والی ہوں اور اس کے لئے ہم نے کافی جہیز تیار کیا ہوا ہو۔

پھر ایک سید جو کہ اس قدر مفلس ہے کہ سوائے دن رات کی قوت لایموت اور سوائے مہر اس کے پاس کچھ نہ ہو تو ہم کو چاہیے کہ اس کا سوال محض فقر کی بنا پر رد نہ کریں اور اس کی نسبت قبول کر لیں، کیونکہ فقر یا فاقہ اس قدر عیب نہیں ہے کہ

Marfat.com

اس کی وجہ سے پیغام نکاح کو رد کیا جاوے بلکہ فقر ایک سعادت عظمیٰ ہے جس کی تمنا خود رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خالق لایزال سے یہ سوال کیا کہ اے میرے خالق مجھ کو فقر کے گروہ سے اٹھائیے اور مساکین میں میرا حشر ہو۔

اور پھر دعا مانگی کہ اے مالک الملک اولادِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رزق قوت لایموت کر، یعنی اگر صبح کو کھالیں تو رات کے کھانے کے لئے کچھ نہ بچے، اور اگر رات کو کھالیں تو صبح کے کھانے کے لئے کچھ نہ بچے۔

اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اولاد کے لئے طلب کرتا ہے وہ ہر لحاظ سے اعلیٰ و برتر ہوگی۔ جس شخص نے اس فقیر اور مفلس سید کے سوال کو رد کردیا، جس نے نکاح میں اس کی بیٹی طلب کی تو اندیشہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوجائے گا۔ کیونکہ وہ غنی ہے اور بے پرواہ ہے۔

(بابِ سوم کی پہلی فصل ختم ہوئی)

فصلِ دوم بابِ سوم

مسلک سیدی محی الدین بن عربی

امام صوفیاء اور سلطانِ عارفین شیخ اکبر حضرت محی الدین بن عربی "فتوحات مکیہ" کے انتیسویں باب میں اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی

سید سے اگر کوئی خطا سرزد ہو تو اس کی مذمت کرے۔

کیونکہ مطلع ثانی میں سادات اور اہلِ بیت کے فضائل کے بارے میں آیت تطہیر کی تشریح کردی گئی ہے اور وہاں بھی شیخ اکبر محی الدین بن عربی کی عبارت درباره ء فضائلِ اہلِ بیت نقل کی جاچکی ہے۔ آمدم برسرِ مطلب جب اللہ تعالیٰ نے ان کو رجس سے پاک کردیا ہے تو اب انکی مذمت کرنے والے کو یہ جان لینا چاہیئے کہ اس مذمت کا وبال اسی کی طرف رجوع کرے گا۔ اور اگر سادات سے اس کو تکلیف بھی پہنچ جائے تو بھی یہ شخص ان کی مذمت اور توہین نہ کرے۔ کیونکہ یہ تکلیف جو اس شخص کو ان کی طرف سے پہنچی ہے حقیقت میں یہ تکلیف نہیں ہے صرف یہ اس کا زعم ہے (خیال ہے)۔

اگرچہ ظاہری شرع اس کو سختی کہے اور ظاہر میں سادات کی طرف سے سختی یا صعوبت تم پر آجائے تو یہ ظلم یا یہ صعوبت یا یہ سختی جو کسی مسلمان غیر سید پر سیدّ کی طرف سے لاحق ہے۔ اس کو یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا قلم چل گیا ہے اور یہ امر لابدی ظاہر ہونا تھا۔ اور ماموؔر من اللہ تھا، رضائے مولا تھی، "رضائے مولا بہرحال اولیٰ" اس کو مندرجہ ذیل مثال سے ذہن نشین کرتا ہوں۔

کیا کبھی امور مہلکہ اور ہالکہ سے کھیتی نہیں جل جاتی، مال فنا نہیں ہوتا، سیلاب سے اموال و مویشی تلف نہیں ہوتے، آسمان سے بجلی گرتی ہے تو کیا اثمار اور نفوس ضائع نہین ہوجاتے۔ کیا اپنی جان پر آفت ربی نازل نہیں ہوتی، کیا نصابوں اور نفسوں میں

کمی واقع نہیں ہوتی، یہ تمام آفات و بلیّات ناخوشگوار نہیں ہیں؟

ذرا سوچیئے تو جب یہ واقعات رونما پذیر ہوتے ہیں تو کیا اس وقت قضاء و قدر کو کوسنا جائز ہے۔ کیا اللہ جل جلالہ کی تقدیر کی برائی کرنا اور شکوہ کرنا جائز ہے؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ صبر و رضا کا پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔

ان مثالوں سے واضح ہوگیا ہوگا کہ سادات کرام کی جانب سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو یہی شیوہ اختیار کرو، یہ مسلک بزرگانِ دین ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں، "ان نزل عن ھٰذہ المرتبۃ فبالصبر و ان ارتفع عن تلک المرتبۃ فبالشکر"

ترجمہ: اگر ایک مسلمان اپنے مرتبہ سے گر جائے تو صبر کرے۔ اور اگر اپنے مرتبہ سے اللہ تعالیٰ اُس کو اور بلند کرے تو شکر کرے، یہی سبقِ فقر اور رضا اور شکر ہے۔

اگر مصائب و آلام پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مصیبت زدہ کو نعمتہائے وافر ملیں گی، اور اگر اس کے برعکس کارروائی کرے گا تو اس کو کبھی بھی نیکی نہیں پہنچے گی، کیونکہ اس کا عکس مولائے کریم کی ناراضگی اور عذاب کے سوائے اور کچھ نہیں، اس مخالف کا حشر بے ادبوں کے زمرے میں ہوگا۔

ان جزئیات سے تین کلیئے پیدا ہوتے ہیں۔

(1) ایک مسلمان کے مال، اولاد، آبرو اور رشتہ داروں پر اگر ایک سید (اولادِ رسول) سے کچھ تکلیف پہنچ جائے، تو رضا، تسلیم اور صبر سے ان شدائد کا مقابلہ کرے اور قطعاً مذمت نہ کرے۔

(2) اگر شرع دینِ متین کے لحاظ سے احکام شرع ان کے

135360

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــــ مطالع الانوار (عربی)

مصنّف ـــــــ علامہ سید محمد زکریا شاہ صاحب بنوری پشاور

اردو ترجمہ ـــــــ (فقیر) سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی

ناشر ـــــــ شاہ محمد غوث (رحمۃ اللہ تعالیٰ) اکیڈمی
یکہ توت پشاور شہر

مطبع ـــــــ رضوان پرنٹرز قصہ خوانی پشاور

سائز ـــــــ ۱۸/۲۳
۸

Marfat.com

برخلاف ثابت ہوجائیں تو ان پر جرح، قدح، ان کی عیب جوئی، ان کی مذمت نہ کی جاوے۔ بلکہ یہ سب کچھ تقدیر کے قائم مقام ہے اور اسی طرح ازل میں قلم چل چکا تھا۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کی مذمت سے ہم اس لئے منع کئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم سے اس بات میں ممیز کیا ہے کہ فضیلت اور شان ان کی ہے یا جو کچھ ان کو حاصل ہے وہ ہم کو حاصل نہیں، اور نہ ہماری وہ شان ہے جو ان کی ہے۔

(3) اگر ان کے ذمہ حق العباد ہیں اور ان کے حقوق انہوں نے ادا نہیں کئے تو ان کے لئے پہلے تمہیداً ایک حدیث بیان کرتا ہوں۔

حدیث نمبر 40 : حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں سے قرض لیا کرتے تھے اور جب وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے تھے تو احسن طریقہ سے ادا کردیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر 41 : جب ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت کلامی کی تو فرمایا "اس کو چھوڑ دو" (جبکہ صحابیوں نے اس کو ڈانٹا) "کیونکہ صاحبِ حق ہے۔ اس کو مجھ پر حق ہے۔ یہ ضرور باتیں کرے گا"۔

حدیث نمبر 42 : اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک واقعہ کے بارے میں فرمایا "اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چوری کرتی تو ضرور اس کا ہاتھ بھی چوری کی سزا میں کٹ جاتا، (اللہ تعالیٰ نے ان کو بچایا تھا اور وہ معصوم تھے)۔

پس یہ تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں ان کی ادائیگی ضروری

Marfat.com

ہے۔ ان پر احکام جاری ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے حکم جاری کرے گا اور جس حال میں کوئی شخص ہو اس پر حقوق کے احکام جاری ہوں گے ، لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ اتنی پابندی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سادات کی مذمت نہیں کی اور سوال یہ پیدا ہوا کہ بات تو ہمارے حقوق اور ہمارے مال کے متعلق ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہم کو اختیار دیا کہ اگر چاہو تو اپنے حقوق کا مواخذہ ایک دوسرے سے کرو، یا چاہو تو بخش دو، اور مواخذہ ترک کردو۔

پھر فرمایا کہ بخش دینا اور حقوق کی ادائیگی کو طلب نہ کرنا افضل ہے۔ جب غیر سید کا سلوک غیر سید کے ساتھ یہ ہونا چاہیئے جو کہ بیان کردیا تو ذرا سوچنا چاہیئے کہ غیر سید کو اہلِ بیت کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے۔

کیا ہم اگر ان کو ایسے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں معاف کردیں یا مواخذہ ترک کردیں تو اس پہلی شق سے بدرجہا زیادہ ثواب حاصل نہ ہوگا؟

پھر جب ہم کو یہ حکم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی برائی نہ کرو یعنی غیر سید کی برائی نہ کرے تو کس طرح جائز ہوا کہ غیر سید، غیر سید تو درکنار سید کی برائی کرے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ان تین کلیات مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ اگر ہم اس مواخذہ اور ان حقوق سے دست بردار ہوجائیں جو کہ اہلِ بیت سے متعلق ہیں اور ہماری طرف سے ان پر واجب ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم کو اس کے بدلہ میں بڑی بھاری نعمت اور اپنا قرب بخشے گا۔ اس کی

Marfat.com

تائید ہمارے شامل حال ہوگی۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے اللہ تعالیٰ کی رسالت کے بدلہ میں کچھ نہیں طلب کیا۔ سوائے اس کے کہ اہلِ بیت کے ساتھ محبت کریں اور اس میں صلہ رحمی کا راز بھی مخفی ہے۔

پھر ایک اور بات بھی ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا ہے (یعنی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ محبت کرنے کا) تو جس نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوال کو باوجود توفیق اور قدرت کے قبول نہ کیا تو کل قیامت کے روز کس منہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقی ہوگا؟ اور کس طرح ان کی شفاعت کی امید رکھے گا؟

اس کا حل یہ ہے کہ اس نے شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کیا ہے۔ اس نے اپنی آل و اولاد کا اس سے سوال کیا تھا اور اس نے رد کردیا تھا۔

اور اگر یہ معنی کیا جائے کہ اے امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم ایک دوسرے کی قرابت کا خیال رکھو اور ان سے محبت رکھو تو پھر یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوال ہے جو اس کو رد کرے وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے روزِ محشر شرمندہ ہوگا۔ اور شفاعت سے محروم ہوگا۔

اب میں سوال کرتا ہوں کہ جب اپنے رشتہ داروں کے ساتھ مودت کا معاملہ نہ کرنے سے یہ حال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کے ساتھ محبت کرنے کے مطالبہ میں پورا نہ اترنے کی سزا تو اور بھی زیادہ ہوگی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وسلم کے قرابتدار یہاں خاص ہستیاں ہیں، پھر نیکی کا لفظ نہیں، احسان کا نہیں، حسنِ سلوک کا نہیں بلکہ مودت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کا معنیٰ محبت ہے۔ جس کسی سے کسی کام میں محبت کا ہونا ثابت ہوجائے وہ ہمیشہ اس کام کو کرتا ہے، اور کبھی بھی ترک نہیں کرتا۔ ہر حال میں اس کا یہی شیوہ ہے۔ محبت ایک غلبہ ہے، استیلا ہے، وہ بڑے بڑے کام کراتی ہے، پھر یہ شخص کس طرح محبت کا دم بھرنے کے باوجود سادات سے ان حقوق کا مطالبہ کرے گا جو اس کے مال کے بارے میں ان کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

یہ عاشقِ اہلِ بیت مصطفیٰ ضرور ایثارِ نفسی کرے گا، قربانی دے گا اور حقوق کی خاطر نہیں بلکہ محبت و عشقِ رسول و اولادِ مصطفیٰ کی خاطر اپنے حقوق بخش دے گا یا ترک کرے گا۔ مواخذہ نہیں کرے گا۔ ایک عاشقِ صادق نے کیا ہی اچھا کہا کہ ”محبوب کے ہاتھ سے جو تکلیف پہنچے وہ بھی محبوب ہے“۔

کُل مایفعل المحبوب ۔۔۔ محبوب“اور قیس لیلیٰ کی تصویر کو سامنے رکھ کر کہتا ہے۔ ”میں اپنی معشوقہ کی خاطر ازروئے خوبی و وفا تمام کالے رنگ کے لوگوں کے ساتھ محبت کرتا ہوں، یہاں تک کہ میں کالے رنگ کے کتے سے بھی محبت کرتا ہوں“۔

واضح ہو کہ قیس کی معشوقہ لیلیٰ کا رنگ سیاہ تھا۔ ایک سیاہ رنگ کی کتیا اس کوچہ سے گذرا کرتی تھی جہاں کہ قیس کی معشوقہ، لیلیٰ رہتی تھی، یہ کتیا قیس کے ساتھ لپٹ جاتی تھی۔ قیس اس کے

، ساتھ بہت محبت ظاہر کیا کرتا تھا اور اس کے پاؤں چوما کرتا تھا۔ کیونکہ اس کا گذر مسکنِ محبوب پر ہوا کرتا تھا۔ رات کو چاند سے نسبتِ خاص ہے جب رات ہو تو چاند نکلتا ہے تو قیس اپنی معشوقہ لیلیٰ کو اس طرح خطاب کرتا ہے۔

"میں اے معشوقہ محض تیری خاطر تمام حبشیوں سے محبت کروں گا۔ کیونکہ تو سیاہ رنگ ہے اور ان کا سیاہ رنگ ہونا اب ان کے لئے باعثِ زینت ہے۔ اور یہ تیری خاطر ہے۔ اور محض تیرے نام کی خاطر میں بدر منیر چاند سے دلبستگی رکھتا ہوں۔"

ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ یہ قیس اپنی معشوقہ کے ساتھ اس قدر والہانہ محبت رکھتا ہے کہ اس کتے کے قدم چومتا ہے جو لیلےٰ کے کوچہ سے ہوکر آتا ہے، اگرچہ اس کا یہ فعل غیر مشروع ہے اور اس سے اسے باری تعالیٰ کا قرب ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا اور اس فعل میں ہم اس کو سعید نہیں سمجھتے لیکن یہ کام اس نے کیوں کیا۔ سوائے اس کے اور کوئی جواب نہیں بن پڑتا کہ یہ اس کے عشق کا خلوص اور صدق محبت کا جوش تھا۔

اب کہ اپنے مضمون کو نئے سرے سے شروع کرتے ہوئے میں یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر تیری محبت اہلِ بیت کے ساتھ اس درجہ کو پہنچ جائے اور تو ان کے حقوق جو ان پر واجب الادا ہیں معاف کر دے۔ پھر تمام وہ کام جو ان سے تیری طبیعت اور مقصد کے خلاف سرزد ہوئے ہیں، اور تم کو ان سے تکلیف بھی پہنچی ہے، تیرے لئے باعثِ جمال بن جائیں گے تو ان کے ذریعہ سے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دائمی لطف اٹھائے گا اور

Marfat.com

اس نعمت کا حظِ وافر تجھ کو ملے گا۔

اگر ان کی طرف سے یہ سختی تم پر نہ ہوتی تو یہ نعمتِ عظمیٰ تجھ کو حاصل نہ ہوتی، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے تم نے رشتہ موالات قائم کیا اور جن کی خاطر تم نے اپنے حقوق چھوڑ دیئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کی خاطر تم کو مقبول کرے گا اور اپنی عنایت سے محروم نہ کرے گا کیونکہ وہ معمولی ہستیاں نہیں ہیں۔ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت ہیں، محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں، جو کہ محب کو اور بھی محبوب ہوتے ہیں اور باری تعالیٰ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب اور بھی زیادہ محبوب ہیں۔

بس اے مومن! اُس نعمت کا شکریہ ادا کر۔ اس ترک مواخذہ نے تجھ کو یہ یاد دلایا کہ تو کن کے ساتھ محبت کر رہا ہے۔ اور کس کی محبت خدا کی محبت بنتی ہے اور کس کی وجہ سے یہ رتبہ تم کو ملا۔ یہ سب کمال اس امر میں پوشیدہ تھا کہ تو نے اہلِ بیت سے اپنے حقوق سے متعلق مواخذہ نہیں کیا تم نے ایک سنت مطہرہ پر عمل کیا اور اہلِ بیت کی ہی یہ برکت تھی، کہ انہوں نے ہی تم کو یہ یاد دلایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ایک ایسی مطہرہ سنت ہے کہ تیرے علم کی رسائی اس تطہیر تک ہو سکتی ہے، سبحان اللہ ایک دنیاوی خواہش یا لذت کو ترک کر دینے سے کیسے اعلیٰ نتائج پیدا ہوئے۔

اگر اس کے برعکس تو حبِ اہلِ بیت میں ناقص ثابت ہوا اور میرے پاس آکر میری محبت کا دم بھرنے لگا تو

میں کس طرح تجھے اس محبت میں صادق سمجھوں گا۔

جب تو نے اہلِ بیت کے ساتھ جفا کی میرے ساتھ کیا وفا کرے گا۔ وہ اہلِ بیت جن کا تجھ پر بہت احسان ہے اور جن کے طفیل تم پر اللہ نے احسان کیا، جن کی خاطر تو نے ہدایتِ اسلام پائی۔

اب لازمی مضمون میں فیل ہو کر اختیاری مضمون میں پاس بھی ہوجاؤ تو کچھ فائدہ نہیں۔ میں تمہاری اس دوستی پر کبھی بھی اعتبار نہیں کرسکتا۔ میرے حقوق کس طرح ادا کرسکتے ہو، جب کہ تم نے اہلِ بیت کے حقوق ادا نہیں کئے۔ جب ان کی طرف سے کچھ تکلیف پہنچی تو تم اس محبت میں ثابت قدم نہ رہے۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ یہ تیرے ایمان کی کمزوری ہے۔ جن کی شفاعت کا تو محتاج اور جن کے احسانات کا تو مقر تھا۔ ان کے ساتھ تونے یہ برتاؤ کیا۔ میرے ساتھ تمہارا کیا واسطہ؟ یہ تمہارا مکر اور شیطانی سیاست ہے۔ ادھر تو تو یہ کہتا ہے کہ میں اگر اہلِ بیت کو ناراض کروں یا اپنے حقوق کے مطالبہ میں ان پر سختی کروں، تو ہدایت اور دین کے راستہ سے دور ہوتا ہوں، اور ادھر یہ کہتا ہے کہ یہ حقوق کا مطالبہ شرعاً جائز ہے۔ وہ چیز مانگتا ہوں جو میری اپنی ہے، اور یہ تو تو اللہ کے ساتھ مکر کرتا ہے۔ تو نہیں جانتا اور یہ سمجھتا ہے کہ میں اچھا کام کررہا ہوں، حالانکہ یہ تنزل ہے، استدراج ہے یعنی مکر ہے، فریب ہے، دغہ اور فساد ہے۔

کیا ان سے حقوق کا مواخذہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو شرع کا پابند سمجھنا تمہارا بغض نہیں جو تم نے آلِ محمد صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رکھا، اور کیا یہ گناہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے نفس کو ان سے بہتر سمجھا۔ یعنی اپنے نفس کو راضی کرنے کے لئے ان کے نفس کو ناراض کیا۔ یا تو یہ سمجھا ہی نہیں اور انجان ہے اگر تو انجان ہے تو آؤ میں تم کو اس بیماری کا علاج بتاتا ہوں۔ یہ بیماری سنگین ہے لیکن میرے پاس اس کا علاج شافی ہے۔ پہلا نسخہ یہ ہے۔

(1) اگر تو ایک عام مسلمان ہے اور دنیاوی عز و جاہ کے لحاظ سے حاکم یا قاضی نہیں ہے تو تم سے کوئی یہ تقاضا نہیں کرے گا کہ مدعا علیہ پر شرعی حدود قائم کرو، یا شرعی سزا اس کو دے دو یا کسی مظلوم کی داد رسی کرو، یا حقدار کو حق دلادو۔ ضروری ہے کہ تم ان سب امور سے بری ہوگئے۔

اب تمہارا نسخہ میرے پاس یہ ہے کہ اپنے نفس کے حق کے مقابلہ میں سیّد کے نفس کو ناراض نہ کرو، حق سے دستبردار ہوجاؤ اور ان کے مقابلہ میں اپنے نفس کی کوئی وقعت نہ سمجھو تاکہ اس اپنے حق کی طلب میں کہیں اس فہرست میں تمہارا نام نہ درج ہوجائے جو دشمنِ اہلِ بیت ہیں اور جن کا ذکر میں اس مقالہ کے شروع میں کرچکا ہوں۔

(2) دوسرا نسخہ اس صورت میں مفید ہوگا اگر تم حاکم یا قاضی شرع یا سلطانِ وقت ہو۔ ادھر سادات کے خاندان کا ایک چشم و چراغ ہے جو کہ مدعا علیہ ہے اور ادھر مدعی غیر سید ہے اور معاملہ یا امرِ متنازعہ فی مابین محض ادائیگی حقوق ہے تو اپنے رسوخ اور اختیار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پہلے یہ کوشش کرو کہ مدعی کو عفو و بخشش

کا سبق پڑھاؤ اور اس کو اس طلبِ حقوق سے دستبردار کردو، پھر اگر وہ انکار کرے اور اپنا دعویٰ ترک نہ کرے تو وہ اس وقت ضرور تم سے شریعت کا فتویٰ طلب کرے گا۔ اور حقوق کی ادائیگی کا فرمان جس پر تمہاری مہر اور دستخط ثبت ہوں، طلب کرے گا۔ پھر تم اس کو شریعتِ مطہرہ کا صحیح فتویٰ دکھا دو جو شخص اہلِ بیت کے ساتھ محبت اور احسان کرتا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوال کو قبول کر کے اپنی جگہ جنت میں بناتا ہے اور یہ بات مجھے باطنی مکاشفہ سے معلوم ہوئی ہے کہ اے ان کی شان کے منکر، اگر میری طرح تیری آنکھوں اور دل سے پردہ اٹھ جائے یعنی حجاب دور ہوجائے۔ تو تم کو وہ درجات معلوم ہوجائیں گے جو کہ اللہ تعالیٰ نے عقبیٰ میں ان کے لئے رکھے ہیں۔ اور پھر ان کی عنداللہ وہ شان دیکھ لے اور یہ خواہش کرنے لگ جائے کہ کاش میں ان کے غلاموں کا غلام ہوتا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نفوس کی اصلاح کے لئے ہم کو نیکی کا راستہ دکھائے۔ شیخ محی الدین ابنِ عربی کا کلام اس جگہ ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کلام پاک سے مستفید کرے۔

(باب سوم کی دوسری فصل ختم ہوئی)

Marfat.com

حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی کی رائے دنیا کے اقطاب کے بارے میں

اور

فضائلِ اہلِ بیت کا اقطاب کے علم کے ساتھ

یعنی

فتوحات مکیہ کا اس بارے میں ایک اور باب

چند سطور لکھنے کے بعد شیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جتنے اقطاب گذرے ہیں وہ قطبیت کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچے جب تک کہ ان کو بذریعہ مکاشفہ یا الہام ساداتِ کرام کا درجہ اور ان کی شان معلوم نہ ہوچکی ہو اقطابِ زمانہ کے اسراروں میں سے یہ ایک سر ہے کہ ان کو اہلِ بیت کے علوم مرتبہ کا علم عینی اور یقینی ہوتا ہے، یہ علم ان کو براہِ راست خدا سے ملتا ہے۔ کیونکہ یہ باطنی مکاشفہ ہے اور یہ شان ان کی اللہ کے ہاں ہوتی ہے۔

دوم ان کو یہ علم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان لوگوں کی کیا سزا ہے۔ اور کیا عذاب ہے اور کیا تدبیر ہے جو کہ اہلِ بیت کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔

ان کے اس دعوے کے باوجود کہ ہم اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ پھر بھی جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مودۃ فی القربیٰ کا

Marfat.com

حدیث شریف

عمران بن حصین سے روایت ہے، وہ فرماتے

ہیں کہ:

جناب رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا

یہ کہ:

عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ

کُلِّ مُؤْمِنٍ۔

"(جناب) علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) مجھ سے ہیں اور

میں اُن سے ہوں اور وہ ہر مؤمن کے ولی ہیں۔"

(خصائص نسائی)

Marfat.com

سوال کیا تو انہوں نے جبکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ پنج تن میں سے ایک فرد ہے۔ اس سوال کا عملی طور پر کیا جواب دیا۔ حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ سوال پیش کرنے پہ مامور تھا اور یہ اللہ کا حکم تھا۔ فرمایا "قل" فرما دیجئیے۔ اب انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کی نافرمانی کی۔ اور انہوں نے یعنی ان منافقین نے اہلِ بیت میں سے ان حضرات کے ساتھ محبت کی جن سے کچھ دنیاوی مقصد تھا۔ یا اپنے نفسانی اغراض کی آڑ میں محبت ظاہر کی، حالانکہ یہ اپنے نفسوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

"قل لااسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربیٰ۔ قل مااسئلکم علیہ من اجرٍ فھو لکم" کی تطبیق جیسا کہ شیخ الاکبر کی فتوحاتِ مکیہ کے 342 باب میں 223 صفحہ پر درج ہے اور ان سے متعلق حقائق و معارف و نکاتِ عجیبہ فرماتے ہیں کہ

ہر ایک عمل کا اجر ہوتا ہے اور وہ اجر عامل کی طرف عاید ہوتا ہے۔ اسی طرح تبلیغ کی ادائیگی کا اجر ادا کرنے والے پر ہوتا ہے۔

جب رسولوں نے پیغامِ باری لوگوں تک پہنچا دیا تو اس ترسیل کا اجر ضرور ہے کیونکہ ترسیل ایک عمل ہے۔ اور جب ترسیل ختم ہوئی اجر واجب ہوا۔ اسی لئے پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی امتوں کو فرمایا اوران کو بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے۔

سو ہر ایک پیغمبر یہ کہتا چلا آیا "مااسئلکم علیہ من اجر"

Marfat.com

کہ میں کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا ہوں، ان اجری الا علی اللہ میرا اجر خدا کے پاس ہے۔ ثابت ہوا کہ اجر ضرور مقرر ہے لیکن خدا پر ہے اور ان کا حق اس اجر کو ثابت کرتا ہے۔ جس کے وہ حقدار ہیں۔ جب باری سید المرسلین اور خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آئی تو انہوں نے بھی یہی چاہا کہ پہلے پیغمبروں کی طرح اپنے اجر کو اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ کرادیں۔ لیکن ادھر معاملہ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب انبیاء و مرسلین پر فضیلت دی اور امت کو باقی امتوں پر فضیلت دی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کا وہ اجر جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملنا ہے وہ امت سے طلب کریں اور وہ اس صورت میں طلب کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو فرما دیجئے میرے اہلِ بیت کے ساتھ محبت کرو۔

پس اجر کا تعین ہوگیا جو کہ مودتِ اہلِ بیت ہے اور مودت کا نام ثبوتِ محبت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ نہیں فرمایا کہ امت ہر اجر کا تعین کر کہ تیرا اجر مجھ پر نہیں۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اس امت کو جتلانا چاہتا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجر میرے ہاں ہے۔ وہ ایسی وافر نعمتیں ہیں جن کے فقط بیان ہی سے سرور اور راحت نصیب ہوتی ہے۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے قل ما اسئلکم من اجرٍ فھو لکم محبوبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجئے جو اجر میں آپ سے مانگوں وہ تمہیں کا ہوا۔

Marfat.com

پس اس سے ثابت ہوا کہ اہلِ بیت کے ساتھ محبت کرنے والے کو فضیلت اور اجر خدا سے ملے گا۔ پھر فرمایا کہ ان اجرئی الاعلی اللّٰہ کہ میرا اجر تو اللہ پر ہے۔ جس اجر کے مستحق ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی وہ اجر محبِ اہلِ بیت کی طرف راجع ہوا۔

یہ کتنی بڑی بھاری سعادت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مودت کی فضیلت محب کے لئے ہے اور اسی کی طرف رجوع کرے گی۔ اللہ اکبر، کون بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اجر دینے والا ہے تو محبِ اہلِ بیت کو قیامت کے دن کتنا اجر ملے گا۔ اور کیسی نعمتیں ملیں گی، اس سعادت کا اندازہ اور اس انعام کا کیف حیطہ ء تحریر سے باہر ہے۔ پہلے اجر کا تعین ہوا۔ پھر وہ امت پر واجب ہوا، پھر اس کا بدلہ تبلیغ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دینا تھا۔ وہ انعام و اکرام یا عوض یا بدلہ اس کو ملے گا جو محبِ اہلِ بیت ہے۔ اب مولا کریم ہی جانے کہ اس عمل کا کتنا اجر ہوگا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کا مسلک
دربارہ ء حبِ اہلِ بیت

شیخ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب (احیاء المیت بفضائلِ اہلِ بیت) میں حدیث نمبر 41 کے عنوان میں فرماتے ہیں کہ خطیب نے اپنی تاریخ میں علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے

Marfat.com

اس شخص کے لئے ثابت ہے جو میرے اہلِ بیت کا محب ہے۔ یہ اس مضمون کی حدیث نمبر 43 ہے۔ اور امام سیوطی کی اپنی تصنیف میں اس کا نمبر 42 ہے۔

نیز دوسری حدیث میں جس کا نمبر ان کی کتاب میں 43 ہے (لیکن اس مضمون میں اس کا نمبر 44 ہے۔) فرمایا کہ طبرانی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ مطلب بن عبداللہ بن خطب نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جحفہ کے مقام پر ہم کو مخاطب کرتے ہوئے تقریر کی، اور پوچھا کہ کیا میں تم کو اپنی جانوں سے عزیز نہیں ہوں، انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو ہم اپنی جانوں سے عزیز سمجھتے ہیں۔

پھر فرمایا میں تم سے دو چیزوں کے بارے میں باز پرس کرنے والا ہوں، ایک کلام الٰہی اور دوم میری عترت۔

علامہ ابنِ حجر مکی اپنی تصنیف صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ عترتی (نا) کے ساتھ ہے اور اس کے معنی اہل اور نسل کے ہیں، یا سب سے قریبی رشتہ دار ہے۔ اور 44 نمبر کی حدیث جو کہ اس مضمون کی 45 بنتی ہے یوں ترجمہ ہے طبرانی نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے جو فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ہر ایک مومن سے چار سوالات کے جوابات پوچھ کر اس کو چھوڑا جائے گا۔

(1) قیمتی عمر کس کام میں تلف کی،

(2) اپنے جسم کو کس کام میں فنا کیا،

(3) اپنے مال کو کس طرح خرچ کیا اور کس طرح اس کو

حاصل کیا تھا اور

(4) میرے ساتھ اور میرے اہلِ بیت کے ساتھ محبت کی یا نہیں؟

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ فضائلِ اہلِ بیت میں فرماتے ہیں کہ

ان اللہ جعل اجری علیکم المودۃ فی القربیٰ و انی سائلکم عن ھم غداً

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری تبلیغ کا اجر تم پر یہ رکھا ہے کہ میرے اہلِ بیت کے ساتھ محبت کرو، اور میں قیامت کے دن کل تم سے اس کے متعلق سوال کروں گا۔ اجر کا لفظ مجازاً استعمال کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مطلق النفع پر اجر کے لفظ کا اطلاق مجازاً ہے، کیونکہ عمل کے مقابلے میں واجباً اجر عوضِ مالی ہو سکتا ہے۔ اور شیخ خلیل شمس الدین عربی قدس سرہ، العزیز فرماتے ہیں۔

(1) راءیت ولا فی آل طہ فریضۃ علیٰ رغم اھل البعد یورثنی القرب۔

ترجمہ : میں آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوستی اور محبت رکھنا فرض سمجھتا ہوں، کیونکہ اس عمل سے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب قیامت کے دن حاصل کروں گا۔ اور میں اہلِ بُعد یعنی ان لوگوں کے برخلاف یہ معنی کرتا ہوں جو یہاں قربیٰ سے مراد تمام امت کے رشتہ دار سمجھتے ہیں، میں مودت فی القربیٰ میں مراد علی کرم اللہ وجہہ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حسنین رضی اللہ

تعالیٰ عنہما لیتا ہوں۔ فما طلب المبعوث اجراً علی الھدیٰ تبلیغہ الا المودۃ فی القربیٰ۔

کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تبلیغِ رسالت پر بسوائے اس کے اور کوئی اجر طلب نہیں کیا کہ میرے اہلِ بیت کے ساتھ محبت کرو۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے (نمبر 43) فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز وعظ میں فرمایا (اور میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔ "اے لوگو جس نے میرے اہلِ بیت کے ساتھ بغض کو روا رکھا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا حشر و نشر یہودیوں کے ساتھ کرے گا۔

حدیث نمبر 47 : ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے ہمارے اہلِ بیت کے ساتھ بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس کو ضرور دوزخ میں ڈالے گا۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا اور بخاری و مسلم کی شرط پر اس کو صحیح قرار دیدیا۔

حدیث نمبر 48 : حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ، سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک روز معاویہ کو فرمایا لا یبغضنا و لا یحدنا احد" الا زید عن الحوض یوم القیامۃ بسیاط من النار

ترجمہ : یہ امر موکد ہے کہ جو شخص ہمارے ساتھ بغض یا حسد رکھتا ہے وہ حوضِ کوثر سے قیامت کے دن آگ کے کوڑوں کے ذریعے بھگایا جائے گا۔ (اللہ اکبر) طبرانی نے اس کو اپنی تصنیف

Marfat.com

اوسط میں روایت کیا۔

حدیث نمبر 49 : احمد نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اسناد کے ساتھ پہنچائی ہے من ابغض اہل البیت فھو منافق۔

ترجمہ : جس نے اہلِ بیت کے ساتھ بغض کو روا رکھا پس وہ منافق ہے۔

حدیث نمبر 50 : قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرمت الجنة علٰی من ظلم اھل بیتی و اذانی فی عترتی۔

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے اہلِ بیت پر ظلم کیا اور میری اولاد کو ستا کر مجھے دکھ دیا اس پر جنت حرام ہے۔

حدیث نمبر 51 : و قال علیہ الصلٰوۃ والسلام سبعة لعنتھم و کل نبی مجاب وعدمنھم المستحل من عترتہ ماحرّم اللہ۔ (الحدیث)
۔

ترجمہ : سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات اشخاص ایسے ہیں کہ میں نے (اور حال یہ ہے کہ ہر ایک نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے۔) ان پر لعنت کی ہے۔ من جملہ ان کے ایک شخص وہ ہے جو کہ میری اولاد پر ظلم کرنا یا ان کے ساتھ کوئی ایسا کام کرنا جو اللہ جل جلالہ نے حرام گردانا ہے حلال سمجھتا ہے یا جائز سمجھتا ہے۔

عترتہ میں جو ضمیر غائب ہے وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کر رہی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

عرضِ مترجم

حضرت علامہ سیّد ذکریا شاہ صاحب بن سیّد مزمل شاہ صاحب بن سیّد میر احمد شاہ صاحب حنفی بنوری سادات بنوریہ پشاور کے بلند پایہ عالمِ دین، جلیل القدر روحانی شخصیت اور صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ اپنی قوم، یعنی ساداتِ کرام کو متحد و متفق دیکھنے کے انتہائی خواہش مند تھے اور اس مقصد کیلئے پشاور میں 1339ھ میں "انجمنِ ترقی و اتحاد و اصلاح قوم سادات" کے نام سے جو تنظیم قائم کی گئی تھی اس کی مجلس منتظمہ کے ممبر اور بانی اراکین میں سے تھے۔

علامہ موصوف اہلِ بیتِ عظام سے بیحد محبت کرتے تھے اور تمام زندگی اہلبیت کی محبت و مودت میں بسر فرمائی۔ اس موضوع پر ایک نفیس عمدہ اور مدلل کتاب "مطالع الانوار فی فضائل اہلبیت النبی المختار" کے نام سے عربی میں تحریر فرمائی۔

یہ فقیر جمعیتِ سادات کے اس پہلے سالانہ کنونشن کے تاریخی موقع پر اس کتاب کے چوتھے مطلع کا اردو ترجمہ شائع کر کے سادات کرام کی نذر کر رہا ہے امید ہے سادات کرام اہل بیت عظام کی محبت و مودت سے اپنے قلب کو منور کر کے امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی کریں گے اور انہیں نفرت کے اندھیروں سے نکال کر محبت اہلِ بیت سے روشناس کرائیں گے۔

(فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی

سرپرست جمعیتِ سادات

۲۵ اپریل 1994ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

قرآنِ حکیم میں ارشادات باری مندرجہ ذیل ہیں۔

قُل لَّآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی وَمَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَۃً نَّزِدۡلَہٗ فِیۡھَا حُسۡنًا۔ (الشوری 42 : 23)۔

وقولہٗ وھوالذی یقبل التوبتہ عن عبادہ و یعفو عن السیئات و یعلم ماتفعلون۔

ترجمہ : فرما دیجئے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ میں اپنی اس تبلیغ کا سوائے اس کے اور کوئی اجر نہیں مانگتا ہوں کہ تم میرے اہلِ بیت سے محبت کرو۔ اور جو کوئی نیکی کرتا ہے ہم اس کے لئے اس میں اور بھی خوبی بڑھا دیتے ہیں۔

لفظ القربیٰ کی تشریح اور مفہوم :قربیٰ مصدر ہے اور اس کا معنی رشتہ داری ہے۔ اس جگہ ازروئے علم نحو مضاف محذوف ہے۔ جو کہ (ذوی) ہے یعنی اصل میں یوں تھا "ذوی القربا" بمعنی اقربا۔

لفظ فی کی تشریح اور مفہوم :حق تعالیٰ شانہ نے فی القربیٰ فرمایا اور للقربیٰ نہ فرمایا۔ لام کی جگہ فی کیوں لایا گیا؟ حالانکہ لام بظاہر زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ فی ظرف ہے اور ظرف مبالغہ اور تاکید کیلئے بھی آتا ہے۔ پس اب معنی یہ ہوئے کہ

مطالع الانوار

فی

فضائلِ اہلبیتِ النبیؐ المختار

از

حضرت علامہ سید محمد زکریا شاہ صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

دفقیر، محمد امیر شاہ قادری الگیلانی یکہ توت پشاور شہر

ناشر

شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ اکیڈمی یکہ توت پشاور